ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

امام بخاریؒ کا منہج تفسیر: حافظ ابن حجرؒ اور امام عینیؒ کا نقطہ نظر (سورۃ آل عمران کا نموذجی مطالعہ)

Study of Manhaj e Tafsir of Imam Bukhari (R.A): Hafiz Ibn Hajar and Imam Aini's approach (Exemplary Study of Surat Aal-Imran)

ناجیہ جمیل: پی۔ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ ، دی ویمن یونیورسٹی ملتان

پروفیسر ڈاکٹر کلثوم پراچہ : وائس چانسلر/ چیئرپرسن شعبہ علوم اسلامیہ، دی ویمن یونیورسٹی ملتان

Abstract

Imam Abu Abdullah Muhammad bin Ismail Bukhari (194-256 AH) is a renowned scholar, muhadith of third century AH. Muslim umah accepted the Sahih-ul-Bukhari as the most significant book after the Holy Quran. This paper presents a study on the style of tafsir ul Quran of Imam Bukhari in his book Sahih-ul-Bukhari.Commentaries of Hafiz Ibn Hajar and Al-aini "What is the exemplary study of selected surah in the light of Fath al-Bari and Umdatul-Qari, what is the methods and principles of Imam Bukhari's interpretation in the established chapter of the book of al-Tafseer of Sahih al-Bukhari" In the 9th century AH, Ibn Hajar Asqalani and Imam al-Aini achieved a high position in the history of Prophetic ﷺ hadith. Both commentators worked very hard in (Book of Hadith) Sahih al-Bukhari. Imam Bukhari has some proper & common basic rules of tafsir ul Quran bil Quran, tafsir ul Quran bil Hdith. Tafsir ul Quran bil aqwal e sahaba waattabein & his trusting on lught ul Aarabiya & aqwal Aarabiya. Imam Bukhari implements both styles & manhaj of tafsir that is tafsir bil rai & tafsir bil mathur which proves the fact that Imam Bukhari supports the style of tafsir bil rai mahmood.The book "tafsir ul Quran" of the Sahih ul Bukhari is most comprehensive book among the books of Tafseer of Hadith due to its abundance of content and on the basis of many characteristics and features. This book is considered superior to other many books of Hadith. Many ulom ul Quran can be collected from the book of tafsir ul Quran for example: Ilm ul Qirat, Ilm Sabab e Nzol, Ilm Makki & Madni, Gharib ul Quran, Nasikh Mansokh, Aqwal e Arab etc.

Keywords: Imam Bukhari, Sahih ul Bukhari, Tafseer, Nasikh Mansokh.

قرآن حمید امت محمدیہ ﷺ کا پہلا تشریعی مصدر و اصل ہے۔ قرآن مجید کے معانی کا فہم و بصیرت، اسرار و رموز کا تعارف اور اس پر عمل کرنے پر اس امت کی کامیابی و سعادت موقوف ہے۔ امام زرقانی نے تفسیر کی تعریف کی:"هو علم يبحث فيه عن القرآن الكريم من حيث دلالته علىٰ مراد الله تعالىٰ بقدر الطاقة البشرية"[1] تفسیر القرآن سے مراد وہ علم جس میں انسانی طاقت و صلاحیت کے مطابق قرآن مجید کو اس طور پر بحث میں لایا جائے اس سے اللہ تعالی کی مراد پر دلالت ہوتی ہے۔ علم تفسیر کی تدوین و تصنیف کا دوسری صدی ہجری سے آغاز ہوا تھا۔ بعض جید علماء و محدثین نے صرف قرآن حکیم کی تفسیر سے متعلق ان روایات کو جمع کیا جو رسول اکرم ﷺ، صحابہ کرام یا تابعین سے منقول تھیں۔ تاہم تدوین حدیث کے جامع[2] منہج میں تفسیر کا باب شامل ہوتا ہے۔

[1] الزُّرْقاني، محمد عبد العظيم (المتوفى: 1367هـ)، مناهل العرفان في علوم القرآن، مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، الطبعة الثالثة،س۔ن،ج:1 ،ص:17

[2] کتب احادیث میں جامع اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں ان آٹھ مسائل پر احادیث اکٹھی کی گئی ہوں۔ آداب و اخلاق، سیرت و مغازی، قرآن کریم کی تفسیر، عقائد، فتن و قیامت کی علامات، احکام و مسائل اور مناقب انبیاء و صحابہ شامل ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

اس منہج کی پہلی نمائندہ تالیف الجامع الصحیح[3] للبخاری[4] ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانی[5] اور امام بدر الدین عینی[6] کے حوالہ سے ذیل میں صحیح البخاری کی کتاب التفسیر کا نموذجی مطالعہ سے قبل ایک مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

صحیح البخاری کی کتاب التفسیر

کتاب التفسیر میں احادیث کی کل تعداد 548 ،ہے۔جن احادیث میں 465،مرفوع احادیث ہیں۔اس مذکورہ تعداد میں 400 احادیث مکرر ہیں جب کہ 100 احادیث محض کتاب التفسیر میں ہی مذکور ہیں۔کتاب التفسیر میں اسلوب یہ ہے ہر سورت کی متعدد آیات کی تفسیر پر عنوانات قائم کر کے تفسیر نقل کرتے ہیں۔ایک سورت کے مشکل الفاظ کو جمع کر کے،ان الفاظ کی تفاسیر کو ایک باب میں بیان کیا ہے جیسا کہ پھر ان الفاظ کا ذکر کہیں اور بھی ہو تو بیان کرتے ہیں۔حافظ ابن حجر العسقلانی اور حافظ بدر الدین عینی کی شرحین (فتح الباری اور عمدۃ القاری[7])کی روشنی میں امام بخاریؒ کے منہج تفسیر کا جائزہ لیا گیا ہے۔

صحیح بخاری کی کتاب التفسیر کے باب آل عمران کا تجزیاتی مطالعہ

علم تفسیر کے لئے احادیث کی کتابوں میں صحیح البخاری کی کتاب التفسیر سے قبل مواد موجود تھا لیکن وہ اس عنوان کے تحت یکجا(ایک کتاب کی صورت میں)مذکور نہیں تھا بلکہ محدثین کے قائم کردہ ابواب ،دوسرے(عنوانات مضامین)کے تحت تفسیری روایات عموماً مختلف مقامات پر بکھری صورت میں موجود تھیں۔زیر نظر مضمون میں صحیح البخاری کی کتاب التفسیر میں سورۃ آل عمران کی تفسیر سے ایک انتخاب پیش کیا جائے گا۔

---

[3] امام بخاریؒ نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح روایات کا التزام کیا ہے لیکن ان کا یہ صحت کا حکم تعلیقات پر نہیں لگتا۔چوں کہ الصحیح میں معلقات صرف تنبیہ کرنے،استشہاد اور دلچسپی پیدا کرنے یا بعض آیات کی تفسیر کی غرض سے لاتے ہیں تاکہ ان کی کتاب فقہی طور پر جامع ہو جس سے اس کی ترتیب و تصنیف کے دیگر فوائد بھی حاصل ہو سکیں:ابن حجر، النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح، ج:1،ص:278؛العراقي، شرح الفیۃ الحدیث ،ص:15

[4] امیر المومنین فی الحدیث،سید الفقہاء اور استاذ الاساتذہ کے القابات سے ملقب حدیث نبوی ﷺ کی تدوین و تعدیل میں بلند ترین مقام رکھنے والے ہیں۔آپ کا مکمل نام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری البردذبہ الجعفی۔آپؒ بخارا میں 194ھ جمعہ کے روز پیدا ہوئے۔تحصیل علوم اسلامی اسلامی اور بالخصوص علم حدیث کے تتبع میں مختلف بلاد و امصار 210ھ میں سفر کا آغاز کیا۔مثلاً:مکہ مکرمہ پھر مدینہ،بصرہ،یمن،شام،عراق اور کوفہ وغیرہ کا رخ کیا تھا۔آپؒ کے اساتذہ کی تعداد کے متعلق جعفر بن محمد بن ابو حاتم وراق(کاتب امام بخاریؒ)کا قول ہے کہ ایک ہزار سے زائد ہے۔امام بخاریؒ نے اپنی کتاب الجامع الصحیح میں دو سو نواسی اساتذہ سے روایت لی ہے۔آپؒ کے تلامذہ میں جید اور بڑے محدثین کے نام بھی آتے ہیں۔آپ سے کسبِ فیض کرنے والے محدثین کی تعداد نوے ہزار ہے۔

[5] ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد کنانی شافعی،مصری جو ابن حجر العسقلانی(773ھ-852ھ)کے نام سے معروف ہیں۔شیخ الاسلام،حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانیؒ تاریخِ حدیث نبوی ﷺ میں بلند مقام کے حامل ہیں۔شارحین صحیح البخاری میں آپ ایک متبحر عالم، محقق،اسماء و رجال کے فن کے ضابط اور حدیث اور اصول حدیث میں مہارت رکھنے والے ہیں۔آپ نے لکھنے کی ابتداء 796ھ میں کی اور اپنی موت تک لکھتے رہے۔آپؒ کی تصانیف کی تعداد ایک سو پچاس بتائی جاتی ہے لیکن ان کتب میں "فتح الباری" شہرہ آفاق حیثیت رکھتی ہے جو آپ نے صحیح البخاری کی شرح کے طور پر تالیف کی۔813ھ میں اس کا مقدمہ هدی الساری لکھنے کے بعد 817ھ میں اس کی تالیف کا آغاز کیا اور 842ھ میں اس کی تکمیل کی۔

[6] آپ کا نام محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود عینی(855ھ-762ھ)ہے۔"بدر الدین"لقب،"ابو محمد"کنیت،'قاضی القضاۃ"خطاب ہے اور آپ عینتابی حنفیؒ ہے۔علامہ،مؤرخ اور جید محدثین میں شمار ہوتا ہے۔آپ ؒمصر،بیت المقدس اور دمشق میں رہے،کافی عرصہ حلب میں بھی قیام پذیر رہے تھے۔آپؒ نے بہت سی کتب پر شروحات اور حواشی لکھی ہیں مگر ان میں آپ کی کتاب "عمدۃ القاری" کو خوب شہرت اور دوام حاصل ہوا۔

[7] صحیح البخاری کی سب سے زیادہ مشہور،مفصل،مفید اور متداول دو شرحیں ہیں 1۔فتح الباری:حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی(م852ھ)کی تصنیف ہے۔2)عمدۃ القاری،حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی(م855ھ)کی تصنیف ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

قرآن مجید کی آل عمران تیسری سورت ہے۔یہ مدنی سورت ہے اور دو سو آیات ہیں۔مختلف اوقات میں تمام آیات ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہیں۔وجہ تسمیہ آل عمران:خاندان انبیاء کرام میں دو عمران تھے ایک حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے والد اور دوسرے حضرت مریم کے والد،اکثر مفسرین کے نزدیک اس سورت کی آیت نمبر 33 میں آل عمران سے یہی دوسرے مراد ہیں،حضرت مریم اور ان کے بیٹے کی بنا پر اس آل کو عزت ومقام حاصل ہوا۔

سورۃ آل عمران سے امام بخاریؒ نے مندرجہ ذیل الفاظ کی لغوی تفاسیر بیان کی ہے۔اس کو علم غریب القرآن کہا جاتا ہے،جس کا مفہوم قرآن کریم کے مشکل الفاظ،نادر،نایاب،بہت قلیل استعمال ہونے والے الفاظ کی وضاحت ہے۔[8] امام بخاریؒ کی حدیث کی دوسری کتب سے امتیاز کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آپؒ نے کتاب التفسیر میں لغوی مواد کا کثرت سے ذکر کیا ہے۔سورتوں کے آغاز میں ان غریب القرآن الفاظ کی تعداد میں فرق ہے بعض سورتوں میں کثرت سے الفاظ مذکور ہے اور بعض سورتوں کی ابتدا میں قلیل مشکل الالفاظ مذکور ہیں۔امام بخاریؒ نے سورۃ آل عمران کے مندرجہ ذیل الفاظ کی لغوی تفسیر کی ہے:

1. تُقَاةٌ وَتَقِيَّةٌ وَاحِدَةٌ،
2. {صِرٌّ}بَرْدٌ،
3. {شَفَا حُفْرَةٍ}: مِثْلُ شَفَا الرَّكِيَّةِ، وَهُوَ حَرْفُهَا،
4. {تُبَوِّئُ}: تَتَّخِذُ مُعَسْكَرًا،
5. المُسَوَّمُ: الَّذِي لَهُ سِيمَاءٌ بِعَلاَمَةٍ، أَوْ بِصُوفَةٍ أَوْ بِمَا كَانَ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: {وَالخَيْلُ المُسَوَّمَةُ}: «المُطَهَّمَةُ الحِسَانُ» قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى: «الرَّاعِيَةُ المُسَوَّمَةُ
6. {رِبِّيُّونَ}: الجَمِيعُ، وَالوَاحِدُ رِبِّيٌّ،
7. {تَحُسُّونَهُمْ}: تَسْتَأْصِلُونَهُمْ قَتْلًا،
8. {غُزًّا}: وَاحِدُهَا غَازٍ،
9. {سَنَكْتُبُ}: سَنَحْفَظُ،
10. {نُزُلًا}: ثَوَابًا، وَيَجُوزُ: وَمُنْزَلٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ، كَقَوْلِكَ: أَنْزَلْتُهُ "
11. وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ: {وَحَصُورًا}: «لاَ يَأْتِي النِّسَاءَ»
12. وَقَالَ عِكْرِمَةُ: {مِنْ فَوْرِهِمْ}: «مِنْ غَضَبِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ»
13. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: " يُخْرِجُ الحَيَّ مِنَ المَيِّتِ: مِنَ النُّطْفَةِ تَخْرُجُ مَيِّتَةً، وَيُخْرِجُ مِنْهَا الحَيَّ،
14. الإِبْكَارُ: أَوَّلُ الفَجْرِ، {وَالعَشِيُّ}مَيْلُ الشَّمْسِ - أُرَاهُ - إِلَى أَنْ تَغْرُبَ"

اول(پہلے)باب میں مذکورہ بالا (چودہ)الفاظ کے حوالہ سے متعلقہ تفصیلات درج ذیل ہیں۔متعلقہ آیات کا ترجمہ احسن البیان(مولانا محمد جونا گڑھی)سے اخذ کیا ہے۔

8 غریب کا لفظی معنیٰ اجنبی نامانوس ہے۔صاحب القاموس نے لکھا ہے کہ وہ لفظ جو اپنے قلت استعمال کی وجہ سے عام فہم(سمجھ)سے دور،بعید ہو،جس کا معنیٰ آنکھوں سے اوجھل،دور ہو۔الفیروزآبادی ،مجد الدين أبو طاهر محمد بن يعقوب (المتوفى: 817هـ) ،القاموس المحيط ،مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت – لبنان ،الطبعةالثامنة، 1426 هـ - 2005 م،ج:1،ص:110) الحاکم ،ابن البيع ، النيسابوري ،أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله النيسابوري (المتوفى: 405هـ)، المستدرك على الصحيحين، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت،الطبعة: الأولى، 1411 – 1990،ج:2،ص:284

1۔تُقَاةٌ وَتَقِيَّةٌ وَاحِدَةٌ[9]:درج ذیل آیت میں اس کا ذکر ہے۔

[لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ،[آل عمران:28]ترجمہ:مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالی کی کسی حمایت میں نہیں یہ ان کے شر سے کس طرح بچاؤ مقصود ہو اللہ تعالی خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ جانا ہے۔

امام بخاریؒ کہتے ہیں:تُقَاةٌ وَتَقِيَّةٌوَاحِدَةٌ(دونوں الفاظ کا معنیٰ ایک ہے)یعنی بچاؤ کرنا، صحیح البخاری میں اس لفظ:تَقِيَّةٌ کو دو مقامات میں بیان کیا گیاہے۔[10] آپؒ کا اس مقام پر منہج یہ ہے قرآنی لفظ کا معنیٰ اور مصدر نقل کیا ہے جو کہ تفسیر بالرائے کے زمرہ میں آتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ اور امام عینیؒ کی آراء اور جائزہ

حافظ ابن حجرؒ اس لفظ کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا قول تُقَاةٌ کی تفسیر میں تَقِيَّةٌ سورۃ کے شروع میں امام ابو عبیدہ(م209ھ) کی تفسیر ہے یعنی یہ الفاظ دونوں ایک معنیٰ میں مصدر ہیں۔امام عاصم(م127ھ یا128ھ)[11] نے ان سے روایت کرنے میں تَقِيَّةً پڑھا ہے۔آیت کا مفہوم ہے کہ مؤمن شخص،کافر کو ظاہر اور باطن میں دوست نہ بنائے مگر(یہ کہ ظاہری طور پر)تقیہ کرتے ہوئے تو یہ جائز ہے کہ اسے دوست بنائے جبکہ باطنی طور پر اس سے خوف ہو کہ وہ اس پر ظلم کرے گا۔[12] امام بخاریؒ نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اپنے مافی الضمیر میں جو عقیدہ(خیال)اور اس کے مثل(خیالات)کو(کافر)لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے سے رکنا، مخفی رکھنا ہے۔امام عینیؒ اس لفظ کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس باب میں امام بخاریؒ(م256ھ)نے آیت[13] کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔امام عینی نے مکمل آیت ذکر کی ہے نیز ربط ما قبل الآیت بیان کیا ہے اور وہ اس آیت کا ما قبل حصہ ہے (لَا يَتَّخذ الْمُؤْمِنُونَ)یعنی جو کفار سے موالاۃ(دوستی)اختیار کرے(فَلَيْسَ من الله فِي شَيْء) تو اس پر اسم ولاۃ(کی سزا)واقع ہو گی(اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً)یعنی اگر تم خوف محسوس کرو تو جس پہلو سے بچنا ضروری ہو(وہ اختیار کرو)[14]۔اس لفظ کا منصوب ہونا اس بنا پر کہ یہ تتقوا، کا مفعول ہے ممکن ہے کہ لفظ تتقوا،تخافوا کے معنیٰ کو متضمن ہو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور لفظ:تقاۃ تعلیل کی بنا پر منصوب ہو۔امام بخاریؒ کے اس قول کا مفہوم ہے کہ یعنی یہ دونوں الفاظ ہم معنیٰ مصادر ہیں،تقاۃ کی جگہ تَقِيَّةً بھی پڑھا گیا ہے عربی لغت میں جب دو کلموں کا ایک معنیٰ ہو تو دونوں لفظوں میں سے ایک لفظ کے مصدر پر دوسرے لفظ کا مصدر نکالتے ہیں یہاں اصل یہ ہے کہ(اتقاء) پڑھا جائے اسی طرح یہاں لفظ تقاۃ، تقيت فلانا سے مصدر ہے۔(اتقيت)سے مصدر نہیں ہے کہ اتقيت کے مصدر کے اوزان یہ ہیں:اتقاء،تقاۃ،تقیۃ، تقی وتقوی ہیں،تمام مصادر ایک معنیٰ میں تقيت سے بھی آتے ہیں تقی یتقی، رمی یرمی، کے مثل ہے اور تاء کی اصل واؤ ہے کیوں کہ اصل میں وقایۃ سے ہے تاء کے کثرت استعمال کی بنا پر وہم(خیال)ہوتا ہے کہ تاء اصل حروف میں سے ہے۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ(م852ھ)نے امام بخاریؒ کے ماخذ ابو عبیدہ اور(علم قراءت)میں قراء سبعہ میں سے

[9]أبو عبيدة، معمر بن المثنى التيمى البصري (المتوفى: 209هـ)، مجاز القرآن، مكتبة الخانجى – القاهرة، الطبعة: 1381 هـ، ج: 1، ص: 90

[10]ایک اس مقام پر اور دوسرا مقام کتاب الاکراہ، ہے، کتاب الاکراہ کے آغاز میں فرمایا:«وَهِيَ تَقِيَّةٌ» بیان کیا ہے[آل عمران:28]

[11](الکوفی،بن بہدلہ،بن ابی النجود،قراء سبعہ میں شامل ہیں۔)

[12]فتح الباری تفسیر آل عمران، ج: 8، ص: 120

[13] لا يتَّخذ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافرين أَوْلِيَاء))

[14](إِلَّا أَن تتقوا مِنْهُم تقاة)

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

امام عاصم کا حوالہ دیا ہے۔ جبکہ ان الفاظ کی تفسیر میں امام عینی نے مصدر کے اوزان، لفظ کی صرفی تحلیل اور معنوی بحث لکھی ہے۔ اہل عرب کے کلام سے اصول اور مصدر کے اوزان بمع مثالیں پیش کیں ہے۔

2۔{صِرٌّ}[15] بَرْدٌ، ((صِرٌّ)) یعنی ٹھنڈک اور سرد۔

[مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِىْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ، [آل عمران:117] ترجمہ: یہ کفار جو خرچ کریں اس کی مثال یہ ہے ایک تند ہوا چلی جس میں پالا تھا جو ظالموں کی کھیتی پر پڑا اور اسے تہس نہس کر دیا۔

امام بخاریؒ نے اس لفظ {صِرٌّ} کو صحیح البخاری میں دو مقامات[16] پر ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر اور امام عینی کی آراء اور جائزہ

حافظ ابن حجرؒ اس لفظ کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے فرمان الہیٰ: رِيحٌ فِيهَا صِرٌّ[17] کی تفسیر کے تحت امام ابو عبیدہ کا قول نقل کیا ہے، امام ابو حاتم (195ھ-277ھ) نے معمر کی سند سے بیان کیا ہے کہ امام حسن نے آیت میں لفظ صر، کے بارے میں برد، معنیٰ لکھا ہے۔[18] اسی طرح ابو ذر (م434ھ) کے نسخے میں بسم اللہ کا ذکر ہے۔ میں (حافظ ابن حجر نے ابو ذر (م434ھ) کے نسخے کے علاوہ دوسرے نسخوں میں بسم اللہ درج نہیں دیکھا ہے۔ امام بخاریؒ کا قول صر، کی تفسیر برد سے بیان کی ہے، یہ لفظ امام ابو عبیدہ (م209ھ) نے اس فرمان الہیٰ: كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صر میں الصر کا مفہوم شدة البرد: ٹھنڈ کی شدت بیان کیا ہے۔[19] امام عینیؒ اس لفظ کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے فرمان الہیٰ:[20] کی طرف اشارہ کیا ہے امام ابو عبیدہ (م209ھ) نے لکھا ہے کہ الصر، سے مراد شدَّة الْبرد، شدید ٹھنڈ والی ہوا، ہے۔ لفظ صر کی تفسیر برد کے ساتھ بیان کی ہے صر، صاد کے کسرہ اور راء کی تشدید کے ساتھ اور یہ (صرصر) کی طرح ریح البارده (ٹھنڈی ہوا / باد صرصر ہے۔

3۔{شَفَا حُفْرَةٍ}[21]: مِثْلُ شَفَا الرَّكِيَّةِ، وَهْوَ حَرْفُهَا، ((شَفَا حُفْرَةٍ)) مطلب ہے کچے گڑھا کا کنارہ جیسا کہ کمزور کنویں کا کنارہ ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

[وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا،] [آل عمران:103] ترجمہ: اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچالیا۔

امام بخاریؒ نے یہ لفظ {شَفَا حُفْرَةٍ} ایک مرتبہ ذکر کیا ہے۔ اس لفظ کی تفسیر میں معنوی بحث مذکور جو تفسیر بالرائے کہلاتا ہے۔

حافظ ابن حجر اور امام عینی کی آراء اور جائزہ

---

[15] [مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِىْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ، [آل عمران:117]

[16] {صِرٌّ}: «بَرْدٌ» کتاب، بدءالخلق بابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِهِ:(وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ نُشُرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ

[17] صر: پہلے حرف کے کسرہ کے ساتھ: یعنی شدید ٹھنڈ، صِرٌّ بَرْدٌ: مقدمہ فتح الباری، ج:1

[18] ابن أبي حاتم، أبو محمد عبد الرحمن بن محمد بن إدريس بن المنذر التميمي، الحنظلي، الرازي (المتوفى: 327هـ)، تفسير القرآن العظيم، مكتبة نزار مصطفى الباز - المملكة العربية السعودية، الطبعة: الثالثة - 1419 هـ، ج: 2، ص: 524

[19] أبو عبيدة، مجاز القرآن، ج: 1، ص: 102

[20] [آل عمران:117]

[21] [وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا،[آل عمران:103]

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ فرمان الٰہی:شفا حُفْرَة کے بارے میں امام بخاریؒ نے اپنی اصل میں لکھا ہے کہ یہ مثل شَفَا الرَّكِيَّةِ راء کے فتح اور کاف کے کسرہ اور تحتانیہ تشدید کے ساتھ اور وہ گڑھا کنواں کا کنارہ ہے ۔ صحیح البخاری کے اکثر نسخوں (راویوں کی کتب)میں ایسے (وَ هُوَ حَرْفُها) ہے بغیر نقطے کی حاء کی فتح اور راء کے سکون کے ساتھ ہے۔امام نسفی[22](م295ھ) کے مطابق جیم کے ضمہ اور راء کے ساتھ ہے مگر پہلا ہی درست ہے۔لفظ: جرف دوسری آیت میں شفا کی طرف اضافت کے ساتھ ہے یہاں پر اس شفا، کے علاوہ ہے۔امام ابو عبیدہ (م209ھ)نے مذکورہ فرمان تعالیٰ{شَفَا حُفْرَةٍ} کی تفسیر میں: شفا جرف لکھا ہے۔(حالاں کہ) یہ اضافت میں دونوں کے مابین تسویہ کا متقاضی ہے وگرنہ (جرف) کا مدلول (حفرة) کا مدلول نہیں ہے اس لیے کہ لفظ:شفا اپنے سے اعلیٰ شیء کی طرف مضاف کیا جاتا ہے اسی سے فرمان الٰہی ہے شفا جرف ہے اور اپنے سے اسفل شیء کی طرف مضاف کیا جاتا ہے اس کی مثال:شفا حفرة ہے، کبھی کبھار شفا قليل کے معنیٰ پر بھی مضاف کیا جاتا ہے، مثال: کہ کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی سوائے شفا، کے یعنی سوائے قلیل کے، قرب کے معنیٰ میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اسی کی مثال ہے اشفى على كذا یعنی اس سے قریب ہوا۔ امام عینیؒ اس لفظ کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے الفاظ {شَفَا حُفْرَةٍ} کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ شَفَا الرَّكِيَّةِ کے مثل ہے، لفظ سے فرمان الٰہی کی طرف اشارہ کیا ہے۔امام زمخشری(م538ھ)نے لکھا ہے کہ اس سے مراد: تم کنارہ پر تھے کہ دوزخ کی آگ میں نہ گر پڑو کیوں کہ تم جس کفر پر تھے پس تم کو اس اسلام کی بنا پر بچا لیا ہے[23]۔ امام بخاریؒ کا قول: راء کے فتح، کاف کے کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ جو حروف میں سے آخری حرف ہے۔(الْبِئْر) کنواں ہے،شفا: نقطوں والی شین کی فتح اور حرف فاء کی تخفیف کے ساتھ اور اس قول کا یہی معنیٰ ہے:(وَ هُوَ حَرْفُها) گڑھے کنواں کا کنارہ، بغیر نقطوں والی حاء کی فتح اور راء کے سکون کے ساتھ ہے اسی طرح اکثر راویوں کی روایت میں ہے۔ امام نسفی(م295ھ) کی روایت میں جیم کے ضمہ اور راء کے ساتھ ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے اس لفظ کی قراءت کا بیان: حافظ ابن حجرؒ نے ابو عبیدہ سے منقول نحوی بحث لکھی ہے علم نحو میں جملہ کی ترکیبی شکل (مرکب اضافی)کے تفصیلی حالات و شرائط بیان کیے ہیں۔امام عینی نے امام زمخشری (م538ھ)کے قول سے استدلال کیا ہے نیز صحیح البخاری کے نسخوں (کتابوں) میں سے امام نسفی(م295ھ) کے نسخہ میں لفظ کی قراءت کا بیان اور ترجیحی قراءت نسفی کے علاوہ کی قرار دی ہے۔

4-{تُبَوِّئُ}: تَتَّخِذُ مُعَسْكَرًا، ((تُبَوِّئُ)) مراد ہے مورچے بنانا، کہ آپ ﷺ مقامات لشکر، پڑاؤ، تجویز فرماتے تھے۔ مذکورہ آیت میں اس کا ذکر ہے۔

{وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ}[آل عمران: 121] ترجمہ: اے نبی ﷺ! اس وقت کو بھی یاد کرو جب صبح ہی صبح آپ اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں کو میدان جنگ میں لڑائی کے مورچوں پر باقاعدہ بٹھا رہے تھے اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔

{تُبَوِّئُ}[24] کی تفسیر: تَتَّخِذُ مُعَسْكَرًا، یہ الفاظ صحیح البخاری میں دو مقامات[25] میں بیان ہوئے ہیں۔ اس مقام پر منہج تفسیر بالرائے ہے۔(ابو عبیدہ(م209ھ) کی تفسیر نقل کی ہے۔)

---

[22] صحیح البخاری کے چار بنیادی رواۃ، شاگردوں میں شمار ہوتا ہے۔

[23] الزمخشري، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، جار الله (المتوفى: 538هـ)، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل، دار الكتاب العربي – بيروت، الطبعة: الثالثة - 1407 هـ، ج: 1، ص: 395

[24] [آل عمران:121]

[25] پہلا مقام کتاب المغازی اور دوسرا مقام کتاب التفسیر ہے۔باب غَزْوَةِ أُحُدٍ وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ} کتاب المغازی، حافظ ابن حجرؒ نے کتاب المغازی غزوۃ احد میں کے مقام پر اس آیت کے بارے میں تفصیل لکھی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

حافظ ابن حجر اور امام عینی کی آراء اور جائزہ

فتح الباری میں کتاب التفسیر کے مقام پر، امام بخاریؒ کا قول: فرمان الٰہی: تُبَوِّئُ آپ ﷺ لشکر کی جگہ بناتے ہیں۔ ابو عبیدہ کی تفسیر ہے اس فرمان الٰہی[26] کی تفسیر میں کہا ہے کہ یعنی آپ ﷺ ان کے لئے صف بندی کا مقام اور لشکر کے ٹھہرنے کی جگہ متعین کرتے ہیں[27]۔ ابو عبیدہ (م209ھ) کے علاوہ لغت دانوں نے کہا ہے: تُبَوِّئُ آپ ﷺ منزل پر اتارتے ہیں کہ بَوَّأَهُ، سے مراد أَنْزَلَهُ: اس نے اس کو اتارا، اس کی اصل مباءۃ سے ہے۔ اس سے مراد ہے لوٹنے کی جگہ، مقاعد مقعد کی جمع ہے اور وہ بیٹھنے کا مکان ہے۔ کتاب المغازی میں ہے: پس یہ آیت غزوہ احد سے متعلقہ ہے حضرت عکرمہ (106 یا 107ھ) اور ایک جماعت کا یہ قول ہے۔ اس پہلا قول کی وہ روایت تائید کرتی ہے جس کو ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ شعبی (21ھ-103ھ یا 106 یا 109ھ) تک بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کو بدر کے دن یہ بات پہنچی کہ کرز بن جابر نے مشرکین کی مدد کی ہے پس اللہ نے یہ آیت نازل کی ((أَلَنْ يكفيكم أن يمدكم ربكُم بِثَلَاثَةِ آلَاف) کہا کہ کرز نے مشرکین کی مدد نہیں کی اور نہ مسلمانوں کی پانچ ہزار (خمسۃ) سے مدد ہوئی تھی[28]۔ سعید کی سند سے حضرت قتادہؒ (61ھ-118ھ)[29] سے مروی ہے کہ اللہ نے مسلمانوں کی (خمسۃ آلاف) پانچ ہزار فرشتوں (ملائکۃ) سے مدد کی تھی۔[30] حضرت ربیع بن انس (م139ھ)[31] سے مروی ہے اس نے کہا اللہ نے مسلمانوں کی بدر کے دن ایک ہزار فرشتوں کے ذریعے مدد کی پھر ان کی تعداد زیادہ کردی تھی۔ پس وہ تین ہزار (آلاف) ہوگئے پھر ان کی تعداد زیادہ کردی وہ پانچ ہزار ہوگئے[32] تو اس طرح سورۃ آل عمران اور سورۃ انفال کی آیات میں تطبیق ہوگئی۔ مصنف (امام بخاریؒ) نے سورہ آل عمران کی کئی آیات بیان کیں، جن آیات کا تعلق غزوہ احد سے ہے۔ پھر فرمان الٰہی (وَإِذْ غَدَوْتَ) غزوہ احد کے باب میں ذکر کیا۔ امام عینیؒ اس لفظ کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس لفظ کی تفسیر: تُبَوِّيءُ تَتَّخِذُ مُعَسْكَرًا سے فرمان الٰہی {وَإِذْ غَدَوْتَ من أهلك تبوىء الْمُؤمنِينَ مقاعد لِلْقِتَالِ} (آل عمران: 121) کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کی تفسیر میں قول ہے۔ اسی طرح تفسیر ابو عبیدہ نے بیان کی ہے۔ المقاعد ، مقْعد کی جمع ہے جس سے مراد بیٹھنے کی جگہ ہے۔ حافظ ابن حجرؒ (م852ھ) نے حضرات عکرمہ، قتادہ، ربیع بن انس کے اقوال ابن ابی حاتم نے امام شعبی کی سند سے بیان کیا ہے۔

5۔ المُسَوَّمُ: الَّذِي لَهُ سِيمَاءٌ بِعَلاَمَةٍ، أَوْ بِصُوفَةٍ أَوْ بِمَا كَانَ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: {وَالخَيْلُ المُسَوَّمَةُ}: «المُطَهَّمَةُ الحِسَانُ»[33] قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى: «الرَّاعِيَةُ المُسَوَّمَةُ»[34] مسوم اس کو کہتے ہیں جس پر پشم یا کوئی اور علامت، نشانی ہو۔ امام بخاریؒ نے لفظ: المُسَوَّمُ: کی تفسیر الَّذِي لَهُ

---

[26] وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ

[27] أبو عبيدة، مجاز القرآن، ج: 1، ص: 103

[28] ابن أبي حاتم، تفسير القرآن العظيم، ج: 3، ص: 752

[29] (بن دعامہ، کنیت: ابو الخطاب، تابعی، مفسر، محدث، عالم ایام عرب اور نسب)

[30] الطبري، جامع البيان في تأويل القرآن، ج: 13، ص: 177

[31] البکری، البصری، الخراسانی، التابعی، الثقہ

[32] الطبري، جامع البيان في تأويل القرآن، ج: 7، ص: 178

[33] مجاہد، تفسير مجاهد، ص: 249

[34] الطبري، جامع البيان في تأويل القرآن، ج: 6، ص 252

سِيمَاءٌ بِعَلاَمَةٍ، أَوْبِصُوفَةٍ أَوْ بِمَا كَانَ[35]"وہ جو کسی نشان کے ساتھ یا شئے کا کوئی منتخب حصہ یا ایسے کسی چیز کے ساتھ علامت زدہ کیا گیا ہو"۔ مجاہدؒ نے کہا ہے:وَ الخَيْلُ المُسَوَّمَةُ: اچھے اچھے موٹے تازے گھوڑے۔ سعید بن جبیر اور عبد اللہ بن عبد الرحمٰن ابزی نے کہا ہے «الرَّاعِيَةُ المُسَوَّمَةُ» موٹے تازے چرنے والے۔ درج ذیل آیت میں اس کا ذکر ہے:

[زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ،[آل عمران:14]ترجمہ: مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لئے مزین کر دی گئی ہے، جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان دار گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور لوٹنے کا اچھا ٹھکانا تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

امام بخاریؒ نے ان الفاظ کی تفسیر میں مختلف معانی کی روایات میں امام مجاہد، سعید بن جبیر اور عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابزیٰ وغیرہ کے اقوال نقل کیے ہیں جو کہ تفسیر بالرائے میں آتا ہے۔

حافظ ابن حجر اور امام عینی کی آراء اور جائزہ

حافظ ابن حجرؒ اس لفظ کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام مجاہدؒ (م104ھ) نے کہا ہے کہ وہ گھوڑے جو حسین، کامل اور موٹے جو اپنے حسن میں انتہاء کو پہنچے ہو۔ امام سعید بن جبیر اور عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابزیٰ نے کہا المسومة الراعية نشان زدہ چرنے والے گھوڑے[36] اپر یہ پہلی تفسیر ہے۔ دوسری تفسیر ابو عبیدہ (م209ھ) نے کہا: گھوڑا علامت کے ذریعے نشان زدہ موٹا تازہ گھوڑا[37] اور یہ بھی کہا ہے کہ فرشتوں سے نشان لگے ہوئے اس پر مجاہدؒ (م104ھ) کا قول کو ہم نے ثوری (م161ھ) کی تفسیر میں پس ہم نے روایت کیا ہے ابو حذیفہ کی روایت کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام عبد الرزاق نے ثوری (م161ھ) سے بیان کیا ہے سعید بن جبیر (95ھ) کا قول کو بھی ابو حذیفہ نے موصول صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے[38] اس پر ابزیٰ کا قول طبری (م310ھ) نے اپنی سند سے موصول ذکر کیا ہے اس کے مثل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عوفی کی سند سے بھی مروی ہے[39]۔ ابو عبیدہ (م209ھ) لکھتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس:مُسَوَّمَةٍ، سے مراد چرنے والے ہوں اور اسی سےسَائِمَةً ہو۔[40] آیت سے استدلال کیا ہے، اس میں تغیر نہیں ہے۔ امام عینیؒ اس لفظ کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں عینی نے اس آیت {وَ الْخَيْلِ المسومة والأنعام والحرث} (آل عمران: 141) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں کہ اس کی تفسیر میں امام زمخشری (م538ھ) لغوی مفہوم لکھتے ہیں: جن چوپایوں کو چرایا جائے اور ان کو علامت زدہ کر دیا جائے۔ حضرت ابن عباس کی اس فرمان الٰہی کے متعلق تفسیر نقل کی ہے کہ موٹے تازہ چرنے والے جانور، اور یہی تفسیر مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، عبد اللہ بن ابزی، سدی، ربیع بن انس، ابو سنان اور اس کے علاوہ سے بھی منقول ہے[41] امام مکحول نے اس کا معنیٰ روشن اور چمک دار لکھا ہے۔ امام بخاریؒ کا قول (المسوم الَّذِي لَهُ سِيمَا): سین بغیر نقطوں والی یاء کے سکون اور میم مخففہ کے ساتھ اس کا معنیٰ علامت ہے، (أو بِمَا كَانَ) یا کسی بھی شئ کے ساتھ علامت دیا گیا ہو۔ امام مجاہد

[35] الَّذِي لَهُ سِيمَاءٌ بِعَلاَمَةٍ، أَوْبِصُوفَةٍ أَوْ بِمَا كَانَ

[36] ابن أبي حاتم، تفسير القرآن العظيم، ج: 2، ص: 610

[37] أبو عبيدة، مجاز القرآن، ج: 1، ص: 103

[38] أبو بكر عبد الرزاق بن همام بن نافع الحميري اليماني الصنعاني (المتوفى: 211هـ)، تفسير عبد الرزاق، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة: الأولى، سنة 1419هـ، ج: 1، ص: 415

[39] الطبري، جامع البيان في تأويل القرآن، ج: 6، ص 252

[40] أبو عبيدة، مجاز القرآن، ج: 1، ص: 89

[41] ابن أبي حاتم، تفسير القرآن العظيم، ج: 2، ص: 610

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

کی تعلیق روایت[42] کوعبد بن حمید نے امام مجاہد کے قول کو اس موصول سند کے ساتھ: روح سے اس نے شبل (راوی) سے اس نے ابن ابی نجیح سے، اس نے مجاہد سے نقل کیا ہے۔ امام اصمعی کا قول ہے المطهم التَّام کل شَيْء مِنْهُ علی حِدته فَهُوَ رباع الْجمال، اس کی مثال: ہے رجل مطهم وَفرس مطهم ہے، نقل کیا ہے[43]۔ امام عینی نے اس لفظ تفسیر میں امام زمخشری کا لغوی قول نقل کیا ہے۔ (حضرت ابن عباس (م 68ھ)، (صحابی) و تابعین (حضرت ابن عباس کے شاگرد) کے قول بیان کیے ہیں۔ علوم قراءت اور شعر نقل کیا ہے اصمعی شاعر کا مثال میں شعر لکھا ہے۔

6-{رِبِّيُّونَ}: الجَمِيعُ، وَالوَاحِدُ رِبِّيٌّ، وَقَالَ ابنُ عَباسٍ: كُونُوا رَبَّانِيِّينَ حُلَماءَ فُقَهاءَ ،((رِبِّيُّونَ)) معنٰی ہے اللہ والا، جمع کا صیغہ ہے، ربی، واحد ہے تفسیری لفظ: (رِبِّيُّونَ) "وہ اس کی پرورش کرتے ہیں"۔ مذکورہ ذیل آیت میں اس کا ذکر ہے۔

[وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ، [آل عمران: 146] ترجمہ: بہت سے نبیوں کے ہم رکاب ہو کر بہت سے اللہ والے جہاد کر چکے ہیں انہیں بھی اللہ کی راہ میں تکلیفیں پہنچیں لیکن نہ تو انہوں نے ہمت ہاری اور نہ سست رہے اور نہ دبے اللہ صبر کرنے والوں کو ہی چاہتا ہے۔

امام بخاریؒ (م 256ھ) نے حضرت ابن عباس کا تفسیری قول "(كُونُوا رَبَّانِيِّينَ حُلَماءَ فُقَهاءَ) کہ رَبَّانِيِّينَ (ربَّانی) ہو جاؤ مراد ہے کہ عقل مند، فقیہ بن جاؤ" ذکر کیا ہے نیز (رِبِّيُّونَ) جمع، واحد: رِبِّيٌّ، ہے۔ امام بخاریؒ نے اس لفظ کی لغوی بحث نقل کی ہے۔ اس مقام پر آپ کا منہج تفسیر بالماثور ہے۔

حافظ ابن حجر اور امام عینی کی آراء اور تحقیقی جائزہ

فتح الباری میں امام بخاریؒ کے منہج تفسیر کی شرح لکھتے ہیں کہ اس لفظ کا واحد: رِبِّيٌّ ، جیسا کہ یہ لفظ تربیت سے ہے۔ اس کا معنیٰ کسی چیز پر قیام، پابندی اور اس کی اصلاح کرنا، اسی سے قول ہے نبی ﷺ کی ربيبة، فعيلة کے وزن پر، اس سے مراد آپ ﷺ کی بیوی کی بیٹی ہے۔ یہ جمع کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ((رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ)) سے مراد جماعت کثیرہ ہے اس کا واحد رِبِّيٌّ، آتا ہے۔ راء کے کسرہ کے ساتھ واحد اور جمع دونوں میں، یہ قراءت جمہور کی ہے۔ حضرت علیؓ اور ایک جماعت سے راء کے ضمہ (پیش) کے ساتھ مروی ہے۔ دونوں قراءات کے مطابق، لفظ کی نسبت کے اختلاف میں تبدیلی کی وجہ، اگر نسبت رب کی طرف ہے تو راء پر زبر ہو گی جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی قراءت ہے۔ بعض مفسرین نے اس لفظ کی نسبت الرِّبَّةِ، یعنی جماعت کی طرف کی ہے تو اس کی راء پر کسرہ اور ضمہ (زیر اور پیش) دونوں پڑھی جاسکتی ہیں، اگر ایسا ہے تو کوئی تغیر نہیں ہے۔ عمدۃ القاری میں امام بخاریؒ کے منہج تفسیر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان[44]: کی طرف امام بخاریؒ نے اس قول سے اشارہ فرمایا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے: الربيون سے مراد: الربانيون کہ اور اس لفظ کی تینوں حرکات پر قراءت پڑھی گئی ہیں، فتح قیاس پر، ضمہ اور کسرہ نسب کی تبدیلی سے ہیں۔ امام بخاریؒ کا قول (الْجَمِيع) کہ جمع بھی ایک روایت میں ہے۔ سفیان ثوری (م 161ھ) لکھتے ہیں، حضرت ابن

[42] مجاهد، تفسير مجاهد، ص: 258

[43] عينی، عمدة القاری، ج:18ص: 215

[44] (آل عمران: 146)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

مسعود (م32ھ)سے مروی ہے کہ ربیون سے مراد کثیر یعنی ہزاروں میں ہوتے ہیں۔حضرت ابن عباس، امام مجاہدؒ (م104ھ)، عکرمہ (م107ھ)، سعید بن جبیر (95ھ شہادت)، حسن (م110ھ)، قتادہ (م117ھ)، امام سدی (م127ھ) ربیع اور عطاء خراسانی یہ سب لکھتے ہیں کہ اس سے مراد جموع کثیر ہے۔[45] امام عبد الرزاق (م211ھ) نے حسن (م110ھ) بصری سے یعنی بہت بڑی علماء کی جماعت سے روایت کیاہے کہ اس سے مراد: علماء صبراء، ابرار اور اتقیاء ہیں[46]۔ ابن جریر طبری (م310ھ) نے بعض نحوی بصریوں سے بیان کیاہے کہ اس سے مراد جو رب عزوجل کی عبادت کرتے ہیں تو اس (امام طبری) نے کہاکہ بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیاکہ اگر ایسا ہوتا توراء کے فتحہ کے ساتھ ہوناچاہیے تھا[47]۔(امام عینیؒ لکھتے ہیں) میں کہتاہوں کہ اس کے رد کی کوئی وجہ نہیں بنتی کیوں کہ ہم کہتے ہیں کہ کسرہ تغییرات نسب میں سے ہے۔حافظ ابن حجر نے حضرت ابن عباسؓ کے قول کے متعلق مختلف اقوال مع مختلف اسناد تحریر کیے ہیں۔[48] دونوں اماموں نے مفسرین کے اقوال کی روشنی میں عمدہ بحث کی ہے۔

7-{تَحُسُّونَهُمْ}[49]: تَسْتَأْصِلُونَهُمْ قَتْلًا، ((تَحُسُّونَهُمْ)) سے مراد ہے تَسْتَأْصِلُونَهُمْ قَتْلًا: قتل کرکے ان کو جڑ سے اکھاڑ لیتے ہو۔مذکورہ آیت میں اس کا ذکر ہے۔ {وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ}(آل عمران:152) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جب کہ تم اس کے حکم سے انہیں کاٹ رہے تھے) ۔

امام بخاریؒ نے فرمان الٰہی کی تفسیر میں ابوعبیدہ کا قول قرآنی لفظ کا معنیٰ ومفہوم میں نقل کیاہے، اس لئے منہج تفسیر بالرائے ہے۔

حافظ ابن حجر اور امام عینی کی آراء اور جائزہ

امام بخاریؒ کے منہج تفسیر کا تجزیہ کرتے ہوئے حافظ ابن حجر باب غزوہ احد میں لکھتے ہیں کہ [50]تَحُسُّونَهُمْ سے مراد تَسْتَأْصِلُونَهُمْ قَتْلًا یہ ابو عبیدہ (م209ھ) کی تفسیر ہے۔[51] ان الفاظ کا اضافہ کیاہے کہ مثال کے طور پر کہا جاتا ہے: ان کے آخری شخص تک ہم نے ختم کر دیا یعنی اسْتَأْصَلْنَاهُمْ، جب ان کو جڑ سے ختم کر دیا جاتا ہے۔[52] امام عینی لکھتے ہیں جب کسی چیز کو قلع قمع کر دیں جڑ سے ختم کریں اس کا مادہ و مصدر استئصال سے ہے، جب کسی شئ کو مکمل ختم کر دیا جائے۔ دونوں اماموں نے مختصر الفظ کا معنیٰ و مفہوم لکھاہے۔حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کا مآخذ بھی نقل کیاہے۔

---

[45]الطبري،جامع البيان في تأويل القرآن، ج: 7، ص: 267

[46]أبو بكر عبد الرزاق بن همام بن نافع الحميري اليماني الصنعاني (المتوفى: 211هـ)، تفسير عبد الرزاق، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة: الأولى، سنة 1419هـ، ج: 1، ص: 415

[47]الطبري، جامع البيان في تأويل القرآن، ج: 7، ص: 265

[48]الخطیب،ابن ابی عاصم،ابوداود،ابراہیم الحربی،ابوالمعانی،ابونصر،ابن الاعرابی،اسماعیل نفطویہ،الازہری

[49] [وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللہُ وَعْدَہٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَھُمْ بِـاِذْنِہٖ،[آل عمران:152]

[50] فتح الباری،باب غزوۃ احد،کتاب المغازی،{تَحُسُّونَهُمْ} [آل عمران: 152]: تَسْتَأْصِلُونَهُمْ قَتْلًا سورۃ آل عمران وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تحسونهم تَسْتَأْصِلُونَهُمْ قَتْلًا بِإِذْنِهِ الْآيَةَ إِلَى قَوْلِهِ وَاللَّهُ ذُو فضل على الْمُؤمنِينَ ، حَسَسْنَاهُمْ مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ،

[51]أبو عبيدة، مجاز القرآن، ج: 1، ص: 104

[52] فتح الباری،باب غزوۃ احد،کتاب المغازی،{تَحُسُّونَهُمْ} [آل عمران: 152]: تَسْتَأْصِلُونَهُمْ قَتْلًا سورۃ آل عمران وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تحسونهم تَسْتَأْصِلُونَهُمْ قَتْلًا بِإِذْنِهِ الْآيَةَ إِلَى قَوْلِهِ وَاللَّهُ ذُو فضل على الْمُؤمنِينَ

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

8-{غُزًّا}: وَاحِدُهَا غَازٍ، جہاد کرنے والا، یہ لفظ غازی کی جمع ہے۔ اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

{وَقَالُوا لإخوانهم إذا ضربوا في الأرض أو كانوا غزا لو كانوا عندنا ما ماتوا} (آل عمران: 156)

ترجمہ: (اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کفر کیا) اور اپنے بھائیوں سے کہا جب کہ وہ سفر میں ہو یا جہاد میں کہ اگر ہمارے پاس ہوتے نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔

امام بخاریؒ نے اس لفظ کی تفسیر میں اس کی واحد ذکر کی ہے، جس سے لفظ کی اصل معلوم ہوتی ہے۔ یہ تفسیر بالماثور کہلاتا ہے۔

حافظ ابن حجر اور امام عینی کی آراء اور جائزہ

حافظ ابن حجر اس لفظ کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا قول ہے: غزا، اس کی واحد: غَازٍ ہے اور یہ ابو عبیدہ کی تفسیر بھی ہے۔[53] اللہ تعالیٰ کے فرمان ((أَو كَانُوا غزا)) کے بارے میں لکھا ہے کہ کہ اس پر رفع، جر داخل نہیں ہو سکتی کیوں کہ اس کی واحد: غَازٍ، ہے۔ قائل اور قُوَّلٍ (اوزان) کے مخرج سے (نکلا) اس کو ذکر کیا ہے۔ (ابو عبیدہ کا کلام ختم ہو گیا۔) جمہور علماء نے لفظ: غزا، کو تشدید کے ساتھ قراءت کی ہے اور اس کی جمع غَازٍ، بتائی ہے اور قیاسی طور پر اس کی جمع: غُزَاةٌ، آتی ہے مگر (ہفت اقسام) میں لفظ معتل کو صحیح پر محمول کیا ہے جیسا کہ ابو عبیدہ نے کہا ہے۔ حسن بصری اور اس کے علاوہ نے غزَا، تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ ایک قول ہے کہ زاء کو ثقیل ہونے کے کراہت سے خفیف (بغیر تشدید) کے پڑھا ہے۔ ایک قول ہے اس کی اصل غُزَاةٌ ہے اور ھاء کو حذف کر دیا ہے۔ امام عینیؒ اس لفظ: غُزًّا، کی تفسیر وَاحِدُها غَازٍ کے متعلق لکھتے ہیں فرمان الٰہی (آل عمران: 156) (مکمل آیت ذکر کرتے ہیں) کی طرف امام بخاری نے اس لفظ سے اشارہ فرمایا ہے۔ لفظ: و غزّا، غین کے ضمہ اور زاء کی تشدید کے ساتھ کی جمع ہے جیسا کہ عفی، لفظ: عاف کی جمع ہے۔ اس شرح میں امام عینی حافظ ابن حجر پر وَقَالَ بَعضهم کہہ کر اعتراض لکھتے ہیں کہ (حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ یہ مذکورہ قول،) ابو عبیدہ کی تفسیر ہے (امام عینیؒ لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ مفسرین کے اصطلاح میں اس کے مثل کو تفسیر نہیں کہا جاتا، اس باب میں غایت و انتہاء محض یہ ہے کہ امام بخاری نے کہ ہے کہ اس غاز کی جمع ہے اور اس غاز کی اصل غازی بروزن فاعل قاضی تعلیلا قاض۔ حسن بصری نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ ایک قول ہے اس کی اصل غُزَاةٌ ہے اور ھاء کو حذف کر دیا گیا ہے لیکن اس قول میں غور و فکر (تحقیق) کی ضرورت ہے۔

9-{سَنَكْتُبُ}[54]: سَنَحْفَظُ، سے مراد ہے ہم محفوظ (یاد) رکھیں گئے۔

[لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ،[آل عمران: 181] ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا قول بھی سنا جنوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم تونگر ہیں۔ ان کے اس قول کو ہم لکھ لیں گے۔ اور ان کا انبیاء کو قتل کرنا بھی ناحق اور ہم ان کو کہیں گئے کہ جلانے والا عذاب چکھو۔

قرآنی لفظ کا معنیٰ و تفسیر امام ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے اور تفسیر بھی لفظ کے لازم سے بیان کی ہے جو کہ تفسیر بالرائے ہے۔

---

[53] أبو عبيدة، مجاز القرآن، ج: 1، ص: 104

[54] [لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ،[آل عمران:181]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

حافظ ابن حجر اور امام عینی کی آراء اور جائزہ

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا قول ہے کہ اس کا معنیٰ ہے ہم ان کے قول کو محفوظ (حفاظت میں) رکھیں گئے۔ یہ ابو عبیدہ کی تفسیر ہے لیکن اس کو یاء کے ضمہ کے ساتھ مجہول پر مبنی بناتے ہوئے لکھا ہے اور یہ حمزہ (حمزہ علی کسائی (م189ھ) کی قراءت ہے۔ اسی طرح وَقَتْلُهُمْ کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے موصول پر عطف کرتے ہوئے اس لئے کہ (رفع) نصب کے مقام پر ہے۔ جمہور کی قراءت میں نصب کے ساتھ نون متکلم عظیم کے لئے اسم موصول ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ کتابت کی تفسیر حفظ (یادداشت، محفوظ) سے کرنے پر لازم کے ساتھ تفسیر کی گئی ہے یہ ان کے (عربوں) کے کلام میں اکثر ایسا ہوتا ہے جیسا کہ اس کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ امام عینیؒ اس لفظ: سَنَكْتُبُ کی تفسیر سَنَحْفَظُ کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس فرمان الٰہی {لقد سمع الله قَول الَّذين قَالُوا إِن الله فَقير وَنحن أَغْنِيَاء سنكتب مَا قَالُوا} (آل عمرَان: 181) کی طرف اس لفظ سے اشارہ فرمایا ہے اور سنکتب، کی تفسیر یعنی ہم اس کو محفوظ رکھیں گئے اور اپنے علم میں ثابت کریں گئے۔ التفسیر میں ہے: (سنكتب مَا قَالُوا) محفوظ کرنے کے صحائف میں۔ حمزہ نے اس کی قراءت کی ہے، یاء ضمہ اور آخری حرف مجہول پر مبنی ہے۔ امام بخاریؒ کی تفسیر لازم کے ساتھ تفسیر ہے کیوں کہ کتابت حفظ کو لازم ہے۔

10-{نُزُلًا}[55]: ثَوَابًا، وَيَجُوزُ: وَمُنْزَلٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ، كَقَوْلِكَ: أَنْزَلْتهُ "((نُزُلًا)) اس کا معنیٰ ثواب اور یہ اسم مفعول کے معنیٰ میں بھی ہو سکتا ہے کہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا جیسا کہ آپ کہتے ہو: أَنْزَلْتُهُ "میں نے اس کو اتارا۔ لفظ کا معنیٰ ہے ثواب، درست ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہو جیسا کہ تم کہتے ہو کہ تو نے اس کو اتارا، مہمان بنایا۔

{لَكِن الَّذين اتَّقوا رَبهم لَهُم جنَّات تجْرِي من تحتهَا الْأَنْهَار خَالِدين فِيهَا نزلا من عِنْد الله وَمَا عِنْد الله خير للأبرار} (آل عمران:198) ترجمہ: لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ مہمانی ہے اللہ کی طرف سے اور نیکوکاروں کے لئے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہت ہی بہتر ہے۔

امام بخاریؒ نے قرآنی لفظ کی تفسیر میں (لغوی امام ابو عبیدہ) کا معنوی قول نقل کیا ہے جو منہج بالرائے ہے۔

حافظ ابن حجر اور امام عینی کی آراء اور جائزہ

اس لفظ کا معنیٰ ہے کہ جو مہمان کے لئے تیار کیا جاتا ہے پھر اس لفظ کے مفہوم میں وسعت ہوئی اور اس کا نام دوپہر کا کھانا بن گیا۔ اس کے متعلق دو اقوال ہیں: ایک قول ہے کہ یہ مصدر ہے دوسرا قول: یہ لفظ جمع ہے جیسا کہ اعشیٰ شاعر کا قول بھی ہے۔ أَوْتَنْزِلُونَ فَإِنَّا مَعْشَرٌ[56]۔ اس آیت کے منصوب ہونے کے بارے میں کئی اقوال منقول ہیں۔ ان میں سے ایک قول: یہ مصدر مؤکدہ ہے اسی تاویل پر معنیٰ کی تخریج ہوگی کہ رِزْقًا وَعَطَاءً ان کو رزق دیتا ہے رزق دینا اور عطاء کرنا ہے۔ دوسرا معنیٰ یہ بھی ہے کہ ضمیر سے حال بن رہا ہے تو تب مفعول کے معنیٰ میں ہو گا اسی تاویل پر معنیٰ نُزُلاً ثَوَابا ہو گا۔[57] امام عینی لکھتے ہیں کہ فرمان الٰہی :(لَكِن الَّذين اتَّقوا رَبهم)[58] کی طرف اشارہ کیا

---

[55] [آل عمران:198]

[56] فتح الباری، [آل عمران:198] ج: 8، ص: 179

[57] [آل عمران:198] فتح الباری، «تَكُونُ الأَرْضُ يَوْمَ القِيَامَةِ خُبْزَةً وَاحِدَةً، يَتَكَفَّؤُهَا الجَبَّارُ بِيَدِهِ كَمَا يَكْفَأُ أَحَدُكُمْ خُبْزَتَهُ فِي السَّفَرِ، نُزُلًا لِأَهْلِ الجَنَّةِ»باب يقبض الله الارض يوم القيامة.نزلا أَي ضِيَافَة وَقَالَ البُخَارِيّ أَي ثَوابًا

[58] {لَكِن الَّذين اتَّقوا رَبهم لَهُم جنَّات تجْرِي من تحتهَا الْأَنْهَار خَالِدين فِيهَا نزلا من عِنْد الله وَمَا عِنْد الله خير للأبرار} (آل عمران:198)

ہے۔لفظ:نزلا،کی تفسیر ثَوابًا سے بیان کی ہے اس کا معنیٰ امام زمخشری (م538ھ) کے قول کے مطابق: حال ہونے کی بنا پر وصف کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس میں عامل حرف لام ہے یہ بھی ممکن ہے کہ مصدر مؤکد ہو[59]۔ امام بخاریؒ کے قول سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصدر ہے جو اسم مفعول کے صیغہ کے معنیٰ میں ہے تو مفہوم ہو گا کہ وہ اس میں باعتبار منزلت ومقام (منزلَة) کے ہمیشہ رہیں گے۔یعنی اللہ دینے والا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا ہوا ہے جیسا کہ مہمان کو خاص اس کے آنے کے وقت مہمانی میں جو دیا جاتا ہے۔حافظ ابن حجرؒ کا انداز واسلوب زیادہ جامع اور عمدہ ہے۔پہلے امام بخاریؒ کا قول نقل کیا پھر واضح کیا کہ یہ امام ابو عبیدہ (م209ھ) کی تفسیر ہے۔حافظ ابن حجرؒ (م852ھ) نے تفصیلا نحوی بحث پیش کی ہے۔امام عینیؒ (م855ھ) نے امام زمخشری (م538ھ) کا قول نقل کر کے اس جملہ کی نحوی بحث لکھی ہے۔

11-وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ: {وَحَصُورًا}[60]: «لاَ يَأْتِي النِّسَاءَ»[61] سعید بن جبیر (آپ کو 95ھ میں حجاج بن یوسف نے شہید کرنے کا حکم دیا۔) نے لکھا ہے کہ ((وَحَصُورًا)) سے مراد: وہ آدمی جو عورتوں کی طرف متوجہ (مائل) نہ ہو

ہو۔

[فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَقَآئِمٌ يُّصَلِّىْ فِى الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ،[آل عمران:39] ترجمہ: پس فرشتوں نے انہیں آواز دی جب وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحیٰ کی یقینی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا ،سردار، ضابطہ نفس اور نبی ہے نیک لوگوں میں سے۔

امام بخاریؒ نے حضرت سعید بن جبیر کا معنوی قول نقل کیا ہے جو کہ تفسیر بالرائے کہلاتا ہے۔

حافظ ابن حجر اور امام عینی کی آراء اور جائزہ

حافظ ابن حجرؒ اس لفظ کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا قول ہے سعید بن جبیر نے کہا ہے وہ عورتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا یہ لفظ الْمُسَوَّمَةِ کے ذکر کے بعد لکھا ہے۔امام ثوری نے اپنی تفسیر میں عطاء ابن السائب سے، اس نے سعید بن جبیر سے ان الفاظ کے ساتھ موصول درج کیا ہے۔لفظ کی اصل، حبس، قید، رکاوٹ کے ہیں، اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے جو عورتوں کی طرف مائل نہیں ہوتا، یہ طبعی طور پر جیسا عنین (جو عورتوں کے پاس جانے یعنی جماع کی قدرت نہ رکھتا ہو) یا اپنے نفس کے مجاہدہ کے ساتھ ہو، اس سے زیادہ عام ہے اور یہ ممدوح قابل تعریف ہے اس وصف سے مراد حضرت یحیٰ علیہ السلام ہیں۔امام عینیؒ عمدۃ القاری میں اس لفظ کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان{إن الله يبشرك بِيَحْيَى مُصدقا بِكَلِمَة من الله وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا من الصَّالِحين} (آل عمرَان: 39) کے متعلق امام بخاری نے اشارہ فرمایا ہے کہ سعید بن جبیر نے مذکورہ معنیٰ کہا، اس قول (روایت) معلق کو عبد (بن حمید) نے موصول لکھا ہے کہ ہمیں جعفر بن عبد اللہ السلمی نے بیان کیا، اس نے ابو بکر الھذلی سے اس نے حسن، سعید بن جبیر، عطاء، ابو الشعثاء ان سب سے مروی ہیں، سب

---

[59] الزمخشري، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل، ج: 1، ص: 458

[60] [فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَقَآئِمٌ يُّصَلِّىْ فِى الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ،[آل عمران:39]

[61] مجاهد، تفسير مجاهد، ص: 252

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

کہتے ہیں کہ سید وہ شخص جس کو اپنے غصہ پر کنٹرول ہو اور الحصور وہ آدمی جو عورتوں کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ مزید امام عینیؒ نے حافظ ابن حجرؒ کی طرح لفظ کی اصل لفظی واصطلاحی معنیٰ نقل کیا ہے نیز الفاظ بھی من وعن مذکورہ بالا (فتح الباری) ذکر کیے ہیں۔

12۔وَقَالَ عِكْرِمَةُ: {مِنْ فَوْرِهِمْ}[62]: «مِنْ غَضَبِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ» عکرمہ (م106 یا 107ھ)(تابعی، حضرت ابن عباس کے خاص شاگرد) نے کہا ہے کہ ((مِنْ فَوْرِهِمْ)) اس سے مراد: وہ لوگ جو بدر کے دن اپنے غصہ کی وجہ سے۔

[بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ،[آل عمران: 125] ترجمہ: کیوں نہیں بلکہ اگر تم صبر کرو پرہیز گاری کرو اور یہ لوگ اسی دم تمہارے پاس آجائیں۔۔۔

امام بخاری نے اس مقام پر قرآنی لفظ کے مفہوم، معنیٰ و مراد کی تعیین میں حضرت عکرمہ (تابعی) کا قول نقل کیا ہے جو کہ تفسیر بالرائے کہلاتی ہے۔

حافظ ابن حجر اور امام عینی کی آراء اور جائزہ

حافظ ابن حجر فتح الباری میں اس لفظ کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا قول: عکرمہ نے کہا کہ بدر کے دن کی وجہ سے غصہ میں تھے۔ اس قول کو طبری نے داؤد بن ابی ہند کی سند سے، اس نے عکرمہ سے موصول سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ فرمان الٰہی ((ويأتوكم من فورهم هَذَا)) کے متعلق کہا: (فَوْرُهُمْ ذَلِكَ) یہ احد کے دن کا واقعہ تھا کہ وہ لوگ بدر کے دن کی وجہ سے غصہ میں تھے جو بدر کے دن ان کو پیش آیا تھا[63]۔ عبد بن حمید نے دوسری سند سے بیان کیا ہے کہ عکرمہ سے مروی ہے ان کے قول: من فورهم هَذَا کے متعلق (مِنْ وُجُوهِهِمْ هَذَا) ان کے چہروں سے (ان کا حال نمایاں تھا)۔ اس لفظ الْفَوْرِ: کی اصل عجلت و سرعت ہے اور اسی سے جملہ (محاورہ) فَارَتِ الْقِدْرُ ہے، غصہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، لِأَنَّ الْغَضْبَانَ يُسَارِعُ إِلَى الْبَطْشِ کیوں کہ کوئی شخص غصہ میں انتہاء تک پہنچ جاتا ہے۔ امام عینیؒ عمدۃ القاری میں اس لفظ کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس قول عکرمہ سے امام بخاریؒ (م256ھ) نے آیت {بلَى أَن تصبروا وتتقوا ويأتوكم من فورهم هَذَا} (آل عمرَان: 125)} کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حضرت عکرمہ (حضرت ابن عباس کے غلام) نے اس من فوره، کی تفسیر من غضبهم، سے لکھی ہے۔ یہ معلق روایت جس کو طبری نے عکرمہ سے داؤد بن ابی ہند کی سند سے، موصول ذکر کیا ہے، اس نے کہا ہے کہ یہ احد کے دن کا حال تھا کہ جب وہ غضب ناک ہوئے کہ بدر کے دن کی وجہ سے جو ان کو بدر کے دن حالات در پیش آئے تھے[64]۔ حافظ ابن حجرؒ نے لفظ کی اصل، لغوی مفہوم بمع مثال ذکر کی ہے امام عینی نے متعلقہ آیت کا ذکر کیا ہے نیز دونوں اماموں (شارحین) نے امام بخاری کی تعلیق روایت کی موصول روایات (طبری، عبد بن حمید) کی اسناد سے ذکر کی ہیں۔

---

[62] [بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ،[آل عمران:125]

[63] الطبري،جامع البيان في تأويل القرآن، ج: 7، ص: 173

[64] الطبري،جامع البيان في تأويل القرآن، ج: 7، ص: 173؛ مجاهد، تفسير مجاهد، ص: 258

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

13-وَقَالَ مُجَاهِدٌ:"يُخْرِجُ الحَيَّ مِنَ المَيِّتِ:مِنَ النُّطْفَةِ تَخْرُجُ مَيِّتَةً، وَيُخْرِجُ مِنْهَا الحَيَّ،[65] امام مجاہدؒ(م104ھ) نے لکھا ہے کہ: مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے،اس سے مراد: حقیر(پانی)نطفہ سے جان دار ،زندہ کو نکالتا ہے۔

{تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَن تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ } (آل عمران: 27)ترجمہ:توہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں توہی بے جان سے جان دار پیدا کرتا ہے اور توہی جان دار سے بے جان پیدا کرتا ہے۔

امام بخاریؒ کا اس مقام پر منہج تفسیر بالرائے ہے کیوں کہ امام مجاہد کی روایت سے قرآنی الفاظ کی معنوی وضاحت نقل کی ہے جو کہ منہج تفسیر بالرائے کے زمرہ میں آتا ہے۔

حافظ ابن حجر اور امام عینی کی آراء اور جائزہ

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا قول ہے کہ مجاہد نے کہا((يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ))سے مراد نطفہ ہے جو مردار خارج ہوتا ہے اور اس سے زندہ(خارج)پیدا ہوتا ہے۔عبد بن حمید نے فرمان الٰہی((يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ))کے متعلق مجاہد کے قول کی موصول سند ابن ابی نجیح کی سند سے ذکر کی ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ زندہ لوگ مردہ نطفوں سے اور مردہ نطفے زندہ لوگوں سے۔امام عینیؒ عمدۃ القاری میں اس قول کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ(م256ھ)نے آیت{وَتخرج الْحَيّ من الْمَيِّت وَتخرج الْمَيِّت من الْحَيّ وترزق من تشَاء بِغَيْر حِسَاب} (آل عمران: 27)کی طرف اشارہ فرمایاہے۔امام مجاہد نے کہا ہے کہ اس تخرج الْحَيّ، کا معنی ہے نطفہ،جو اس حال میں نکلتا ہے مردہ،اور اس مردہ سے زندہ نکلتا ہے[66]۔یہ تعلیق روایت محمد بن جریر نے قاسم سے،اس نے کہا کہ ہمیں حجاج نے بیان کیا،اس نے ابن جریج سے،اس نے مجاہد سے موصول روایت کیاہے نیز اس کے مثل حضرت ابن مسعود سے[67]،الضحاک،سدی سے[68]،اسماعیل بن ابی خالد،قتادہ اور سعید بن جبیر سے بیان کیا ہے[69]۔تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ دانہ کھیتی سے اور کھیتی دانہ سے، کھجور سے گھٹلی اور گھٹلی سے کھجور،کافر سے مؤمن اور مؤمن سے کافر،مرغی سے انڈہ اور انڈہ سے مرغی پیدا ہوتی ہے[70]۔حسن بصری نے کہاہے زندہ مؤمن،مردہ کافر سے نکلتا ہے[71]۔لفظ(النُّطْفَة)مبتداہے جملہ محل رفع میں اس کی خبر ہے۔ميتة، ضمیر سے حال کی بناپر منصوب ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے بانسبت امام عینی کے اس قول کی مختصر اوضاحت لکھی ہے نیز عبد بن حمید کی موصول روایت کا ذکر کیاہے۔امام عینی نے مزید امام محمد بن جریر(طبری)کی موصول اسناد کے ساتھ،دیگر اقوال ائمہ (مفسرین)مثلاً صحابی: حضرت ابن مسعود،(تابعی)امام الضحاک وغیر ھم سے اس کے مثل قول بیان کیے ہیں۔امام عینی نے الفاظ کی نحوی بحث بیان کی ہے۔

---

[65] مجاهد، تفسير مجاهد، ص: 250

[66] مجاهد، تفسير مجاهد، ص: 250، آل عمران: 27

[67] الطبري، جامع البيان في تأويل القرآن، ج: 20، ص: 86، سورة الروم آيت: 19

[68] الطبري، جامع البيان في تأويل القرآن، ج: 6، ص: 305، آل عمران: 27

[69] الطبري، جامع البيان في تأويل القرآن، ج: 20، ص: 86، سورة الروم آيت: 19

[70] ابن كثير ،أبو الفداء إسماعيل بن عمر القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى: 774هـ)، تفسير القرآن العظيم، الطبعة: الثانية 1420هـ 1999م، دار طيبة للنشر والتوزيع، ج:6، ص:308

[71] الطبري، جامع البيان في تأويل القرآن، ج: 20، ص: 85، سورة الروم آيت: 19

14-الإبْكَارُ: أَوَّلُ الفَجْرِ، {وَالعَشِيُّ}[72] مَيْلُ الشَّمْسِ - أُرَاهُ - إِلَى أَنْ تَغْرُبَ"[73]ابکار سے صبح کا پہلا وقت مراد ہے اور عشی سے مراد سورج کا مائل ہو جانا مغرب کی طرف۔

{وَاذْكُر رَبك كثيرا وَسبح بالْعَشِي والأبكار} (آل عمرَان: 41) ترجمہ: تو اپنے رب کا ذکر کثرت سے کر اور صبح شام اسی کے نام کی تسبیح کر۔

امام بخاریؒ نے یہ اور مذکورہ بالا دونوں (اقوال) روایات امام مجاہد کے حوالہ سے ذکر کی ہیں۔ ان الفاظ کو صحیح البخاری میں دو مقامات[74] پر لائے ہیں۔ اس مقام پر منہج تفسیر بالماثور ہے کیوں کہ قرآنی الفاظ کا لغوی معنیٰ نقل کیا ہے۔ امام مجاہد کی روایت سے قرآنی الفاظ کی لغت بیان کی ہے۔

حافظ ابن حجر اور امام عینی کی آراء اور جائزہ

حافظ ابن حجر ان الفاظ کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ، امام مجاہد کا قول: "الْإِبْكَارُ فجر کا اول وقت ہے اور الْعَشِيُّ سے مراد سورج کا ڈھلنا، یہاں تک کہ غروب ہو جائے"[75] نقل کرتے ہیں، یہ قول، ابوذر (راوی) کے علاوہ دوسرے نسخوں میں ایسے درج ہوا ہے۔ کتاب بدء الخلق میں اس کی شرح میں امام مجاہد کا حوالہ، اس قول کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اصل میں یہی الفاظ ہیں، گویا کہ مصنف (امام بخاریؒ) نے لفظ: تَغْرُبَ میں شک کیا ہے اور اس سے قبل لفظ: أُرَاهُ، میرا گمان ہے، یہ جملہ معترضہ ہے حرف اور فعل کے درمیان میں داخل کیا (لکھا) ہے۔ عبد بن حمید اور طبری اور اس کے علاوہ نے ابن ابی نجیح کی سند سے مجاہد سے لفظ: أَنْ تَغِيبَ کے ساتھ، نقل کیا ہے اس کا معنیٰ و مفہوم (وہی ہے) جو مصنف (امام بخاریؒ) نے خیال کیا ہے۔ امام طبری نے لکھا ہے کہ یہ مصدر ہے، آپ کہتے ہو أَبْكَرَ فُلَانٌ کہ فلاں نے اپنے کام میں جلدی کی، يُبَكِّرُ إِبْكَارًا إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْنِ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَى وَقْتِ الضُّحَى جب وہ جلدی کرتا ہے جلدی کرنا کہ جب وہ شخص اپنے کام میں طلوع فجر سے وقت ضحیٰ تک نکلتا ہے[76]۔ الْعَشِيُّ سے مراد زوال کے بعد کا وقت ہے، جیسا کہ شاعر کا قول ہے ؎ فَلَا الظِّلُّ مِنْ بَرْدِ الضُّحَى يَسْتَطِيعُهُ وَلَا الْفَيْءُ مِنْ بَرْدِ الْعَشِيِّ يَذُوقُ ،کہا ہے: وَالْفَيْءُ يَكُونُ مِنْ عِنْدِ زَوَالِ الشَّمْسِ وَيَتَنَاهَى بِمَغِيبِهَا۔ الْفَيْءُ: سورج کے زوال کے بعد وقت (شروع) ہو گا اور سورج کے غروب ہونے تک ختم ہو گا[77]۔ امام عینیؒ عمدۃ القاری میں ان دو لفظوں کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ (م256ھ) نے آیت {وَاذْكُر رَبك كثيرا وَسبح بالْعَشِي والأبكار} (آل عمرَان: 41) کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ امام زمخشری نے لکھا ہے: العشی: سورج کے ڈھلنے سے غروب ہونے تک کا وقت، الأبكار: طلوع فجر سے چاشت کے وقت تک ہے۔ لفظ: الأبكار کی قراءت ہمزہ کی فتح کے ساتھ کی گئی ہے۔ یہ بکر کی جمع ہے جیسا کہ شجر کی جمع اشجار ہے۔[78] حافظ ابن حجرؒ نے قرآنی الفاظ کے صحیح البخاری کی کتاب بدء الخلق میں مذکور ہونے کا حوالہ کی وضاحت اور اس کی

---

[72] {وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ}[الأنعام:52]

[73] بابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الجَنَّةِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ،كتاب بدء الخلق،ح:3246

[74] ایک مقام:بابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الجَنَّةِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ،كتاب بدء الخلق،ح:3246،دوسرا مقام:كتاب التفسير سورة آل عمران

[75] مجاهد، تفسیر مجاهد، ص: 252

[76] الطبري،جامع البيان في تأويل القرآن، ج: 6، ص: 391، آل عمرَان: 41

[77] ابن حجر،فتح البارى،بابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الجَنَّةِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ،كتاب بدء الخلق،ح:3246

[78] الزمخشري، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل، ج: 1، ص: 361

حرف وسخن HARF-O-SUKHAN Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

تشریح اسی مقام (کتاب بدء الخلق) میں تفصیلا لکھی ہے۔ امام عینیؒ نے فقط الفاظ کا لغوی معنیٰ اور امام زمخشری کے حوالہ سے لغوی معنیٰ اور قراءت کی وضاحت نقل کی ہے۔

نتائج بحث

1۔امام بخاریؒ اپنی شاہکار کتاب صحیح البخاری کی کتاب التفسیر میں قرآن کریم کی مخصوص آیات میں کلام عرب واشعار کی مدد سے مشکل الفاظ کی اجمالی تفسیر بیان کرتے ہیں۔

2۔ صحیح البخاری کی کتاب التفسیر، بیان کردہ احادیث اور لغوی مواد کی کثرت کی بنا پر دوسری کتب حدیث کی قرآنی تفسیر سے زیادہ جامع ہے۔

3۔امام بخاریؒ نے تفسیر بالماثور کے ساتھ ساتھ تفسیر بالرائے کا بھی استعمال کیا جو اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ ان کے نزدیک تفسیر بالرائے المحمود جائز ہے۔

4۔امام بخاریؒ نے تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے میں تطبیق وجمع وربط کے اسلوب کو اختیار کیا ہے۔

5۔ تین بنیادی مفسرین (ابن جریر طبری، ابن ابی حاتم، عبد الرزاق الصنعانی) کی تفاسیر کا ثبوت ملتا ہے۔

6۔امام بخاریؒ نے آیات کے اسباب نزول کی طرف بھی رہنمائی کی ہے۔

7۔ دونوں شارحین نے امام بخاریؒ کے تفسیری مآخذ میں صحابہ کرام میں سے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت ابی بن کعب، وغیرھم اور تابعین میں سے امام مجاہد، عکرمہ، قتادہ، سعید بن جبیر، اعمش، الضحاک، وغیرھم اور علماء لغت میں الفراء (م207ھ) وابوعبیدہ (م209ھ) کی نشاندہی کی ہے۔

8۔ حافظ ابن حجرؒ ہر لفظ کی تفسیر کے آغاز میں لفظ (قَوْلُهُ) ذکر کرکے امام بخاریؒ کا قول درج کرتے ہیں، جب کہ امام عینی کا طرز یہ ہے کہ وہ ہر روایت کی وضاحت سے آغاز کرتے ہیں پھر اس قول کی متعلقہ آیت کا ذکر کرکے یہ نشاندہی کرتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اپنے اس قول سے کس متعلقہ آیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

9۔ حافظ ابن حجرؒ کا طریقہ کار یہ ہے ایک آیت کی ایک مقام پر وضاحت کے بعد اس آیت کے دوسرے مقام پر وہ گزشتہ تشریح کے مطالعہ کی طرف توجہ دلادیتے ہیں اور مزید وضاحت نہیں کرتے، جب کہ امام عینیؒ صحیح البخاری کے ہر مقام پر مختصر تفسیر ذکر کرتے ہیں اور بعض اوقات اس آیت کے گزشتہ مقام کا حوالہ نہیں دیتے۔

10۔ صحیح بخاری کے دونوں شارحین (حافظ ابن حجرؒ اور امام عینیؒ) نے مختلف ماہرین قراءات کی آراء سے استفادہ کیا ہے۔ جن میں امام عاصم (م127ھ یا128ھ) (الکوفی، بن بہدلہ، بن ابی النجود، قراء سبعہ میں شامل ہیں۔)، عیسیٰ بن عمر (م149ھ)، ابو عمرو (68ھ-154ھ)، حمزہ علی کسائی (م189ھ)، (سلیمان بن مہران) اعمش (60ھ-148ھ) اور یحیٰ بن وثاب (152ھ-234ھ)، کی قراءات شامل ہیں۔

11۔ دونوں شارحین کے مآخذ میں متعدد مفسرین کی تفسیری مآخذ پر روشنی ملتی ہے، جیسا کہ مجاہد، ابن جریر طبری، ابن ابی حاتم، عبد الرزاق الصنعانی، الفریابی، ابن المنذر، عبد بن حمید، وغیرھم کی کتب شامل ہیں۔

12۔امام عینیؒ اپنے مآخذ میں تفسیر ابن کثیر اور بکثرت امام زمخشری کی تفسیر کشاف کا حوالہ دیتے ہیں۔

13۔دونوں شارحین غریب الفاظ، حروف کے ضبط، کلمہ غریبہ کے حروف، صرفی نحوی بحث، لفظ کے حروف کا وزن ذکر کرتے ہیں۔

14۔دونوں شارحین بعض اوقات لفظ کے مادہ وصیغہ پر بحث کیے بغیر اس کے معنیٰ ومفہوم اور مختلف اقوال واشعار ذکر کرکے تبصرہ کرتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

15۔ دونوں شارحین، علماء لغت جوہری (م393ھ)، الفراء (م207ھ) وابو عبیدہ (م209ھ) وغیرہ کے اقوال سے استشہاد کرتے ہیں۔

16۔ صحیح البخاری اور دونوں شارحین کی "کتاب التفسیر" کے مطالعہ سے متعدد "علوم القرآن" میں اخذ واستفادہ ہوتا ہے۔